***Journal of Religion & Society*** **(JRS)**
*Available Online:*
*https://islamicreligious.com/index.php/Journal/index*
*Print ISSN: 3006-1296Online ISSN: 3006-130X*
*Platform & Workflow by: Open Journal Systems*

# INTRODUCTION TO THE QURANIC METHOD AND STYLE IN THE VERSES OF THE COMMANDMENTS

## تعارف آیات احکام میں قرآنی منہج واسلوب

**Hafiz Zulqarnain**
PhD Scholar, University of Sailkot
hafizzulqarnain256@gmail.com
**Muhammad Akmal**
M.Phil. Scholar Gift University, Gujranwala
ma6406439@gmail.com

**ABSTRACT**

*In this universe, just as Allah Almighty has provided every individual with the necessary provisions according to the demands of time, He has also taken care of their spiritual needs. To safeguard their spirituality, Allah Almighty has revealed various commandments. Among all the sciences of the Qur'an, the highest knowledge is that related to divine commandments, because through this knowledge, a person recognizes Allah's commands and acts upon them. There is a deep and strong connection between Qur'anic commandments, benefits, and wisdom. The reason for this is that all these commandments have been revealed by Allah Almighty, and Allah's actions are never devoid of wisdom and benefit. Just as Allah has created plants that contain cures for numerous diseases and innumerable benefits, similarly, His revealed commandments contain hidden and limitless benefits for humanity. In the modern era, every progressive individual's heart is not only inclined towards seeking evidence for everything, but along with the evidence, they also desire to understand the wisdom and benefit behind it. If they perceive wisdom and benefit in something, they accept it without hesitation. However, if they find no wisdom or benefit in something, even if overwhelming evidence is presented, they will not be inclined to accept it. In conclusion, in the present age, two factors are crucial for the audience: one is evidence and the other is wisdom.*

***Keywords:*** *Qur'anic, Commandments, Spirituality, Progressive, Audience, Evidence, Wisdom.*

**موضوع کا تعارف واہمیت:**

قرآنِ مجید اللہ تعالیٰ کی لازوال، لاریب اور تا قیامت آنے والے ہر فرد کے لیے، زندگی کے ہر پہلو اور موثر ہدایت کا کامل نسخہ ہے۔ اور یہ بے شمار علوم وفنون کا مجموعہ ہے۔ اس کے متعدّد مضامین میں سے ایک اہم ترین مضمون اس کے احکام اور ان میں پائی جانے والی حکمتیں

ہیں۔ قرآن مقدس میں اللہ تعالیٰ کا کوئی بھی حکم حکمت اور مصلحت سے خالی نہیں ہے۔کیونکہ شارع حکیم نے کوئی حکم بے معنی اور بے مقصد نہیں دیا۔ چنانچہ امام ابنِ تیمیہؒ نے "منہاج السّنۃ"[i] میں تحریر فرمایا ہے۔

"تمام آئمہ وفقہا احکامِ شرع میں حکمت ومصالح کے اثبات کے مسئلہ پر متّفق ہیں"۔

اسی طرح شاہ ولی اللہؒ نے بھی ان لوگوں کی پرزور تردید کی ہے جنہوں نے احکام میں مصالح اور حکم کا انکار کیا ہے۔چنانچہ وہ "حجۃ اللہ البالغۃ"[ii] میں لکھتے ہیں۔

"بعض لوگ خیال کرتے ہیں کہ احکامِ شرعیہ قطعاً حکمتوں اور مصلحتوں پر مشتمل نہیں ہوتے ہیں۔ یہ خیال قطعاً فاسد ہے اور سنّت اور اجماع سے اس کی تردید ہوتی ہے"۔

جب یہ بات مسّلم ہے کہ تمام قرآنی احکامات مصالح اور حکم پر مبنی ہیں۔ اور دینِ اسلام اس لحاظ سے نمایاں اعزاز کا حامل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو احکام بھی دیے ہیں، ان سب میں انسانوں کے لیے متعدّد فوائد پوشیدہ ہیں اور وہ احکام فطرتِ انسانی کے عین مطابق ہیں۔ تو ان مصالح اور حِکم کی وضاحت بہت ضروری ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ دورِ حاضر میں مسلم معاشرہ میں فساد اور بگاڑ کا ایک بڑا سبب، قرآنی احکام پر عمل پیرا نہ ہونا ہے۔ اور اس بے عملی کا سبب، احکام کی حکمتوں سے لاعلمی اور عدمِ واقفیت ہے۔ لہٰذا اس لاعلمی اور بے عملی کے خاتمے کے لیے قرآنی احکام کی حکمتوں کو بیان کرنا بہت ضروری ہے۔

دورِ حاضر میں مخاطب کے پیشِ نظر دو چیزیں ہوتی ہیں۔ ایک دلیل اور دوسری حکمت۔ لہٰذا عصرِ حاضر کے تقاضے کے مطابق احکامِ دین کی حکمتوں کی توضیح نہایت ضروری اور اہمیت کی حامل ہے۔ اور دورِ حاضر میں اس اسلوب نے اسلام کی مقبولیت میں بہت اہم کردار ادا کیا ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ ماضی قریب اور دورِ حاضر میں مشرق ومغرب میں جس طرح شاہ ولی اللہؒ کے فلسفہ اور اسلوب نے مقبولیت کی اونچی پرواز کی ہے، وہ عدیم النّظیر ہے۔ کیوں کہ انہوں نے محض دلائل دینے کا اسلوب اختیار نہیں کیا بلکہ اس کے ساتھ حکمت ومصلحت کو بھی بیان کیا ہے۔ احکام کے بیان کرنے میں مختلف کتب پر کام ہو چکا ہے مثلاً عبد السلام ندوی صاحب کی کتاب تاریخ فقہ اسلامی اور اس کے لئے علاوہ بھی احکام القرآن پر کتب لکھی جا چکی ہے۔ البتّہ احکامِ دین پر عمل حکمتوں کے جاننے پر موقوف نہیں ہے، کیوں کہ عقلِ انسانی ناقص اور محدود ہے اور ضروری نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی تمام مصلحتوں کو جان لے اور سمجھ سکے۔ اس آرٹیکل کے اندر تحقیقی، بیانیہ اور علمی اسلوب کو اپنایا گیا ہے۔ اصل مواد بنیادی مآخذ سے لیا گیا ہے۔

## آیاتِ احکام کا مفہوم اور تعارف

### آیت کی لغوی تعریف

لغت کے اعتبار سے آیت کے متعدّد معانی آتے ہیں۔ چنانچہ علامہ وحید الزّمان نے "القاموس الوحید"[iii] میں آیت کے پانچ لغوی معانی مندرجہ ذیل بیان کیے ہیں۔

"علامت اور نشان، عبرت، معجزہ، ذات اور جماعت"

علامہ ابن منظور صاحبِ "لسان العرب"[iv] نے بھی آیت کے لغوی معنی" علامت، نشان" بیان کیے ہیں۔

علامہ جوہری[v] نے "الصحاح فی اللغۃ" میں آیت کے لغوی معنی "علامت، نشان" بیان کیے ہے۔

"الایۃ : العلامۃ ، والاصل اَوَیَۃٌ بالتحریک: وجمع الایۃ آی وآیا ، وآیات"[vi]

"آیت علامت کو کہتے ہیں۔ آیت اصل میں تمام حروف کی حرکت کے ساتھ اویۃ ہے۔اور آیت کی جمع آی، آیاء اور آیات آتی ہے"۔

## حکم کی لغوی تعریف

آیت کی طرح حکم کے بھی متعدّد معنی آتے ہیں۔ چنانچہ علامہ ابن منظور نے "لسان العرب" میں حکم کے درج ذیل لغوی معانی بیان کیے ہیں۔

"حکم کے معنی ہے علم، فقہ اور عدل کے ساتھ فیصلہ کرنا"[vii]۔

"تاج العروس[viii]" میں حکم کے لغوی معنی مطلق فیصلہ کرنا اور انصاف پر مبنی فیصلہ کرنا بیان ہوئے ہیں۔

"المفردات" میں امام راغب اصفہانی نے حکم کا معنی درج ذیل الفاظ کے بیان کیا ہے:

"اس کے معنی کسی چیز کی اصلاح کے لیے اسے روک دینے کے ہیں۔ اور جو لوگوں کے درمیان فیصلہ کرے اسے حاکم کہا جاتا ہے اور اس کی جمع حکّام آتی ہے"[ix]۔

## آیت کی اصطلاحی تحقیق

آیت اور حکم کی اصطلاحی تعریفات دو طرح کی بیان کی جائیں گیں۔

1: تعریف اضافی، 2: تعریف لقبی

## تعریف اضافی

مضاف اور مضاف الیہ کی الگ الگ تعریف کرنا، تعریف اضافی کہلاتا ہے[x]۔ یعنی آیت کی الگ اور حکم کی الگ تعریف۔

## تعریف لقبی

مضاف اور مضاف الیہ کے مجموعہ کی تعریف کرنا، تعریف لقبی کہلاتا ہے۔[xi] یعنی آیات الاحکام کی اکٹھی تعریف۔

## آیت کی تعریف اضافی

"قاموس الوحید" میں "آیت" کی تعریف ان الفاظ کے ساتھ کی گئی ہے۔

"قرآن پاک کا ایک جملہ یا چند جملے جن کے آخر میں وقف ہوتا ہے"۔[xii]

"التعریفات" میں آیت کی اصطلاحی تعریف یوں کی گئی ہے۔

"الأیۃُ هی طائفۃٌ من القرآن یتصل بعضها ببعض الی انقطاع طویلۃ کانت اوقصیرۃ"[xiii]

"اصطلاح میں آیت سے مراد قرآن کا ایک گروہ ہے، جو اس کے بعض حصے کو دوسرے بعض حصے کے ساتھ ملاتا ہے"۔

"الصحاح" میں آیت کی اصطلاحی تعریف یوں کی ہوئی ہے۔

"کتاب اللہ کی آیت کا معنی چند حروف کا مجموعہ ہے"۔[xiv]

## حکم کی اصطلاحی تعریف

"التعریفات" میں علامہ جرجانی نے حکم کی تعریف یوں کی ہے۔

" الحکم الشرعی عبارۃ عن حکم اللہ تعالیٰ المتعلّق بافعال المکلّفین "[xv]

"حکم شرعی سے مراد مکلّفین کے افعال کے متعلق اللہ تعالیٰ کا حکم ہے"۔

شاہ ولی اللہؒ حکم کی تعریف درج ذیل الفاظ میں کرتے ہیں:

"حکم کسی شئے کا ایسی حالت پر ہونا کہ لوگوں سے اس کا مطالبہ کیا جائے یا وہ اس سے روکے جائیں یا اس میں مختار ٹھہرائے جائیں"۔[xvi]

یعنی لوگوں کو اعمال کا پابند بنانے کے اسلوب اور طریقہ کار کے متعلّق جو اللہ تعالیٰ کا حکم ہوتا ہے، وہ حکم شرعی کہلاتا ہے۔

**آیات الاحکام کی تعریف لقبی**

علامہ ناصر بن عبد العزیز صاحب "التفریق بین الأصول والفروع" میں آیات الاحکام کی تعریف یوں کرتے ہیں

" آیات الاحکام سے مراد وہ آیات ہیں جن میں شریعت کے احکام بیان کیے جائیں اور وہ ان پر دلالت کرتی ہوں چاہے وہ احکامات عقائد سے متعلق ہوں یا اعمال سے یا اخلاق سے"۔[xvii]

علامہ علي بن سليمان العبيد" تفسير آيات الاحكام ومناهجها" میں آیات الاحکام کی تعریف یوں کرتے ہیں۔

"عام طور پر آیات الاحکام سے وہ آیات مراد لی جاتی ہیں جو فقہی احکام کو بیان کریں اور ان پر نص یا استنباط کے طور پر دلالت کرتی ہوں"۔[xviii]

**علم الاحکام کی اہمیت**

اس کائنات میں آنے والے ہر فرد لے لیے جس طرح اللہ تعالیٰ نے وقت کے تقاضوں کے مطابق اس کی دیگر ضروریات کو مدّ نظر رکھتے ہوئے ،ان ضروریات کے مطابق سازو سامان سے نوازا اسی طرح اس کی روحانی ضروریات کو مدّ نظر رکھا گیا۔اوراس کی روحانیت کی حفاظت کی خاطر اللہ تعالیٰ مختلف احکام نازل فرمائے۔

تمام قرآنی علوم میں سے سب سے اعلیٰ علم ،احکام کے متعلّق علم ہے۔کیونکہ اسی علم کی بدولت انسان اللہ کے احکام کو پہچانتا اوران پر عمل کرتا ہے۔اور اس طریقہ سے اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لیے جستجو کرتا ہے اور یہی علم شریعت کے ایک بہت بڑے ماخذ فقہ کی بنیاد اور اساس ہے اس علم کی فضیلت کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ "[xix]

"پس جس شخص کو اللہ ہدایت دینا چاہے اس کا سینہ اسلام کے لیے کھول دیتا ہے"۔

انسان کی پیدائش کے بعد دنیا میں اس کی آبادکاری اور پھر زندگی گزارنے کا صحیح اور کامل سلیقہ، رہنمائی کے بغیر ممکن نہیں ہے۔لہذا اگر قانون اور شریعت موجود نہ ہوتی تو دنیا فتنہ وفساد کا شکار ہو جاتی جس میں ہر شخص اپنی رائے کے مطابق چلتا، تو دین وشریعت اور قانون کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔

**قرآنی مضامین اور آیات احکام کی تعداد**

مفسّرین اور علماء نے اپنے ذوق کے مطابق قرآنی مضامین کی مختلف تعداد بیان کی ہے۔

علامہ جلال الدین سیوطیؒ کے بقول:

"قرآن کریم ان تین مضامین پر مشتمل ہے توحید، تذکیر، احکام کے مضامین پر مشتمل ہے"۔[xx]

اور علامہ آلوسیؒ کے بقول:

"قرآن کے مضامین وعدہ، وعید، امر و نہی اور اللہ رب العزت کی حمد و ثناء پر مشتمل ہیں"۔[xxi]

شاہ ولی اللہؒ کے نزدیک قرآن مجید درج ذیل مضامین پر مشتمل ہے:

"علم الاحکام، علم المخاصمہ، علم التذکیر بآلاء اللہ، علم التذکیر بایام اللہ، اور علم التذکیر بالموت اور آخرت کے امور۔[xxii]

قرآن مجید میں آیات احکام کی تعداد پانچ سو کے قریب ہے۔

ملّاجیون[xxiii] "نور الانوار" میں لکھتے ہیں:

"اعلم أن أصول الشرع ثلاثة........ الكتاب و السنة و الاجماع..... والمراد من الكتاب بعض الكتاب، وهو مقدار خمس مائة آية، لأنه أصل الشرع, والباقي قصص و نحوها، وهكذا المراد من السنة : بعضها، وهو مقدار ثلاثة آلاف علي ما قالوا"[xxiv]

"جان لو کہ شریعت کی اصول تین ہیں... کتاب، سنت اور اجماع... اور کتاب سے مراد کتاب کا کچھ حصہ ہے، جو کہ تقریباً پانچ سو آیات ہیں، کیونکہ یہی شریعت کا اصل ہے، اور باقی کتاب میں قصص اور اسی طرح کی چیزیں ہیں۔ اور سنت سے مراد بھی اس کا کچھ حصہ ہے، جو کہ تقریباً تین ہزار حدیثوں پر مشتمل ہے، جیسا کہ وہ کہتے ہیں۔"

### احکام کے بیان میں قرآن کا منہج واسلوب

قرآن مجید میں احکام کا بیان مختلف اعتبارات کے پیش نظر مختلف اسالیب کے ساتھ بیان کیا گیا ہے جو عربی کے اس مقولہ "کلام الملوک ملوک الکلام" پر سو فیصد صادق آتا ہے۔ اور نزولِ قرآن میں ان احوال و واقعات کا خصوصی طور پر لحاظ رکھا گیا ہے، جو مختلف طرق اور اسالیب کے ساتھ قرآن کے نزول کے مقتضی تھے۔ اور اس کا بڑا مقصد یہ تھا تاکہ قرآن کے قارئین دوران تلاوت اکتاہٹ کا شکار نہ ہو جائیں۔ ذیل میں ان مختلف اسالیب کو بیان کیا جاتا ہے۔

### آیاتِ احکام کے نزول کے بارے قرآنی اسلوب

آیاتِ احکام کے نزول کے اعتبار سے قرآنِ مجید کے دو اسلوب ہیں۔

### پہلا اسلوب

ان واقعات کے اعتبار سے آیاتِ احکام کو نازل کیا گیا، جو اس وقت معاشرہ میں پیش آئے تھے اور بعد میں انہی واقعات کو اسبابِ نزول کا نام دے دیا گیا۔

آیاتِ احکام کے نزول کے پہلے اسلوب کے بارے عبد السلام ندوی نے اپنی کتاب "تاریخ فقہ اسلامی" میں یوں بیان کیا ہے۔

"رسول اللہ ﷺ پر آیاتِ احکام یعنی فقہی آیتیں اکثر ان واقعات جواب میں نازل ہوئی تھیں، جو اسلامی سوسائٹی میں پیدا ہو جایا کرتے تھے، یہی واقعات ہیں، جن کو اسبابِ نزول کے لفظ سے تعبیر کیا جاتا ہے، اور مفسرین کی ایک جماعت نے ان کی طرف خاص توجّہ کی ہے، ان کے متعلّق کتابیں لکھی ہیں اور ان کو قرآنِ مجید سمجھنے کے لیے بنیادی اصول قرار دیتے ہیں"[xxv]

**دوسرا اسلوب**

دوسرا اسلوب میں ان سوالات کے جواب کے طور پر آیاتِ احکام کو نازل کیا گیا، جو اس وقت اٹھائے گئے تھے۔

دوسرے اسلوب کا تذکرہ کرتے ہوئے عبد السلام مذکورہ بالا کتاب میں یوں تحریر کرتے ہیں۔

"کبھی کبھی اس قسم کی آیتیں بعض مسلمانوں کے سوالات کے جواب میں بھی نازل ہوئی تھیں"[xxvi]

**مکی اور مدنی آیات میں قرآنی اسلوب**

مکی اور مدنی آیات کے اعتبار سے بھی قرآنِ مجید کا اسلوب مختلف طرق سے ایک دوسرے سے جدا ہے۔ اور وہ مختلف درج ذیل ہیں۔

**پہلا اسلوب: آیات کا طویل اور مختصر ہونا**

مکی آیات اکثر طور پر طویل اور مدنی اکثر طور پر مختصر ہیں۔ چنانچہ عبد السلام ندوی اسی اسلوب کو یوں بیان کرتے ہیں۔

"آیات مکی کی پہلی خصوصیت یہ ہے کہ وہ عموماً نہایت چھوٹی چھوٹی ہوتی ہیں، اس کے بخلاف مدنی آیتیں عموماً طویل ہوتی ہیں ۔اس کی سب سے قریبی مثال "قد سمع اللہ" کا سیپارہ ہے جو کل کا کل مدنی ہے اور اسکی آیتوں کی تعداد ایک سو سینتیس ہے۔ اس کے بخلاف "تبارک الذی" اور "عم" کا سیپارہ مکی ہے۔ اور ان میں پہلے کی آیتوں کی تعداد چار سو اکتیس اور دوسرے کی پانچ سو ستّر ہے"[xxvii]۔

البتہ یہ اسلوب کلی نہیں بلکہ اکثری ہے کیونکہ بعض مکی آیات بھی ایسی ہیں جو طویل ہیں اور بعض مدنی آیات بھی ایسی ہیں جو مختصر ہیں۔ چنانچہ عبد السلام اس کی وضاحت یوں کرتے ہیں۔

"لیکن یہ خصوصیت اگرچہ ایک غالب خصوصیت ہے تاہم اس کو عام نہیں کہا جا سکتا کیونکہ بعض مکی آیتوں میں بھی طول پایا جاتا ہے۔ اور اس قسم کی آیتیں زیادہ تر بڑی بڑی سورتوں میں پائی جاتی ہیں"۔[xxviii]

**دوسرا اسلوب: خطاب کا مختلف انداز**

قرآنِ مجید میں مکی اور مدنی سورتوں میں خطاب کا اسلوب ایک دوسرے کی نسبت مختلف ہے۔ کیونکہ مدنی سورتوں میں عموماً خطاب کے لیے "یا ایھا الذین امنوا" کے الفاظ لائے گئے ہیں اور "یا ایھا الناس" کے الفاظ بہت کم بطور خطاب مستعمل ہوئے ہیں۔ اور مکی سورتوں میں صرف "یا ایھا الناس" کے الفاظ کے ساتھ خطاب کیا گیا ہے اور "یا ایھا الذین امنوا" کے الفاظ کے ساتھ ایک مرتبہ بھی خطاب نہیں کیا گیا۔ "تاریخ فقہ اسلامی" کی عبارت پیش کی جاتی ہے۔

"دوسری خصوصیت یہ ہے کہ مدنی آیتوں میں عام طور پر لوگوں کو "یاایھاالذین امنوا" کے لفظ سے خطاب کیا جاتا ہے، اور ان میں "یاایھاالناس" کا لفظ بہت کم آتا ہے، اس کے برعکس مکی آیتوں میں "یاایھاالناس" کے لفظ سے خطاب کیا جاتا ہے اور ہم کو مکی سورتوں میں "یاایھاالذین امنوا"

کالفظ کہیں بھی نظر نہیں آتا، البتہ مدنی سورتوں میں "یاایھاالناس" کالفظ سات بار آیا ہے"۔[xxix]

**تیسرااسلوب: عقائد اور فقہی احکام کا انداز**

عقائد اور فقہی اعتبار سے بھی قرآنِ مجید میں مکی اور مدنی سورتوں کا اسلوب ایک دوسرے سے مختلف ہے۔ چنانچہ مکی آیات میں عقائد کے متعلّق مباحث کا ذکر ہے۔ مثلاً توحید و رسالت اور آخرت جیسے دیگر عقائد کا بیان ہے اور مدنی آیات میں فقہی اور فروعی بیان ہوئے ہیں۔ "تاریخِ فقہ اسلامی" میں اس کی وضاحت ان الفاظ میں ہوئی ہے۔

"تیسری خصوصیت یہ ہے کہ مکی آیتوں میں تفصیلی احکامِ فقہیہ بلکل نہیں پائے جاتے، بلکہ ان کا بیشتر حصہ مذہب کے مقصد اوّلین یعنی خدا تعالیٰ کی وحدانیت، اس کے ثبوت کے دلائل، اس کے عذاب کے ڈراوے، قیامت اور قیامت کے عذاب وثواب، اور اُن مکارمِ اخلاق کی ترغیب سے تعلّق رکھتا ہے، جن کی تکمیل کے لیے رسول اللہ ﷺ مبعوث ہوئے تھے، ان کے علاوہ گذشتہ قوموں کی ان تاریخی آزمائشوں کا تذکرہ ہے، جو انبیاءؑ کی دعوت کی مخالفت کا نتیجہ تھیں، فقہی احکام کی تفصیل زیادہ تر مدنی آیتوں میں موجود ہے"۔[xxx]

**فقہی احکام کے بیان میں قرآنی اسلوب**

قرآنِ مجید کا یہ موٴقف ہے کہ وہ انسانی حالات کی اصلاح اور بہتری کے لیے نازل ہوا ہے کیونکہ قرآن مجید بیک وقت عظیم الشان نصیحت، روحانی بیماریوں کے لیے شفاء کا کام دینے کے ساتھ ساتھ ہدایت اور رحمت کا ذریعہ بھی ہے۔ جیسا کہ سورۃ "یونس" میں ارشادِ ربّانی ہے۔

"يَـٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُم مَّوْعِظَةٌ مِّن رَّبِّكُمْ وَشِفَآءٌ لِّمَا فِى ٱلصُّدُورِ ۙ وَهُدًى وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ"[xxxi]

"لوگو! تمہارے پاس رب کی طرف سے نصیحت اور دلوں کی بیماریوں کی شفا اور موٴمنوں کے لیے ہدایت اور رحمت آپہنچی ہے"۔

لیکن اس اصلاح اور بہتری کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے دیئے گئے اوامر و نواہی ہمیشہ یسر اور آسانی پر مشتمل تھے اور عسر اور تنگی ان میں معدوم تھی۔ لہٰذا یہ کہنا بلکل بجا ہو گا کہ آیاتِ احکام میں اسلوبِ قرآن عُسر

اور تنگی کے بجائے یُسر اور سہولت پر مشتمل ہے۔ جیسا کہ سورۃ "بقرۃ" میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

"يُرِيدُ ٱللَّهُ بِكُمُ ٱلْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ ٱلْعُسْرَ"[xxxii]

"اللہ تم پر آسانی چاہتا ہے وہ تم پر دشواری نہیں چاہتا"

دوسری جگہ پر ارشادِ ربّانی ہے۔

"يُرِيدُ ٱللَّهُ أَن يُخَفِّفَ عَنكُمْ ۚ وَخُلِقَ ٱلْإِنسَـٰنُ ضَعِيفًا"[xxxiii]

"اللہ چاہتا ہے کہ تم سے (بوجھ) ہلکا کرے اور انسان کمزور پیدا کیا گیا ہے"۔

ان آیات سے پتہ چلتاہے کہ قرآنِ مقدّس میں اوامر ونواہی کے دیئے گئے فقہی احکام میں مکلّفین کی سہولت اورآسانی کو مدّ نظر رکھا گیا ہے اوران فقہی احکام میں سختی اور تنگی موجود نہیں۔اور یہ فقہی احکام درج ذیل تین بنیادی چیزوں پر مبنی ہیں۔

(1)عدمِ حرج

(2)قلّتِ تکلیف

(3)تدریج

چنانچہ عبد السلام نے اس بات کی وضاحت اپنے مندرجہ ذیل الفاظ میں یوں کی ہے۔

"قرآنِ مجید نے فقہی احکام میں تین چیزوں کو اپنا بنیادی اصول قرار دیا ہے،عدمِ حرج، قلّتِ تکلیف اور تدریج"

**فقہی احکام میں طلب وتخییر کا اسلوب**

قرآنِ مجید نے افعال اوراحکام کے مطالبہ کرتے ہوئے ایک ہی طرز اوراسلوب نہیں اپنایابلکہ فصاحت وبلاغت کو مدّ نظر رکھتے ہوئے مختلف اندازاور طریقوں سے افعال کا مطالبہ کیا گیاہے۔اسی بات کو عبد السلام صاحب یوں بیان کرتے ہیں۔

"قرآنِ مجید نے طلب وتخییر کے متعلق ایک طرز بیان کا التزام نہیں کیاہے،بلکہ استقراء سے معلوم ہوتا ہے کہ مختلف طریقوں سے افعال کا مطالبہ کرتا ہے"۔[xxxiv]

ان اسالیب کو مثالوں کے ذریعے واضح بھی کیا ہے۔

(1) کبھی وہ صریح امر کا لفظ استعمال کرتا ہے، مثلاً[xxxv]

"اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِیْتَآئِ ذِي الْقُرْبٰی"[xxxvi]

"بلاشبہ اللہ عدل کا اور احسان کا اور قرابت داروں کو دینے کا حکم دیتا ہے"۔

(2) کبھی یہ خبر دیتا ہے کہ یہ فعل مخاطبین پر فرض کیا گیا ہے، جیسے[xxxvii]

"یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ کَمَا کُتِبَ عَلَي الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ"[xxxviii]

"اے ایمان والو! فرض کئے گئے تم پر روزے جیسا کہ فرض کئے گئے ان لوگوں پر جو تم سے پہلے تھے تا کہ تم پرہیز گار بن جاؤ"۔

(3) کبھی یہ خبر دیتا ہے کہ اس فعل کی ذمہ داری تمام لوگوں پر یا کسی خاص گروہ پر ہے، جیسے[xxxix]

"وَلِلّٰہِ عَلَي النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَیْہِ سَبِیْلًا"[xl]

"اور اللہ کے لیے لوگوں کے ذمہ ہے اس گھر کا حج کرنا جسے طاقت ہو اس گھر تک راہ طے کر کے جانے کی"۔

(4) کبھی وہ فعل مطلوب کی ذمہ داری ان لوگوں پر ڈال دیتا ہے، جن سے اس فعل کا مطالبہ کیا گیا ہے، جیسے[xli]

"وَالْمُطَلَّقٰتُ یَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِھِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْۗءٍ"[xlii]

"اور جن عورتوں کو طلاق دے دی جائے ان پر لازم ہے کہ وہ اپنے آپ کو تین حیض تک روکے رکھیں"۔

(5) کبھی وہ صیغہ طلب یعنی امر اور مضارع مقرون باللام کے ساتھ افعال کا مطالبہ کرتا ہے، جیسے[xliii]

"حٰفِظُوْا عَلَي الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى وَقُوْمُوْا لِلّٰہِ قٰنِتِیْنَ"[xliv]

"سب نمازوں کی حفاظت کرو اور درمیانی نماز کی اور اللہ کے لیے فرماں بردار ہو کر کھڑے رہو"۔

مضارع مقرون باللام کی مثال

"ثُمَّ لْيَقْضُوْا تَفَثَهُمْ وَلْيُوْفُوْا نُذُوْرَهُمْ وَلْيَطَّوَّفُوْا بِالْبَيْتِ الْعَتِيْقِ "[xlv]

"پھر چاہیے کہ وہ دور کریں اپنے میل کچیل اور اپنی نذریں پوری کریں اور اس قدیم گھر کا طواف کریں"۔

**فقہی احکام میں ممانعت کے متعلق قرآنی اسلوب**

جس طرح فقہی احکام کا مطالبہ کے وقت قرآنِ مجید کا اسلوب مختلف ہے، اسی طرح افعال منہیہ عنہا سے روکنے کا اسلوب بھی مختلف ہے ایک جیسا نہیں اسی بات کو عبد السلام صاحب یوں بیان کرتے ہیں۔

"اسی طرح کسی فعل کی ممانعت کے متعلق بھی قرآنِ مجید نے مختلف طرز بیان اختیار کیے ہیں، مثلاً

(1) صریح نہی، مثلاً[xlvi]

"وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ"[xlvii]

"اور وہ روکتا ہے بے حیائی برائی اور سرکشی سے"۔

(2) شئے ممنوع کو حرام کرنا، مثلاً[xlviii]

"قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالْاِثْمَ وَالْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَاَنْ تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا وَّاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ"[xlix]

"کہہ دیجیے کہ میرے رب نے تو حرام قرار دیا ہے بے حیائی کی باتوں کو خواہ وہ اعلانیہ ہوں اور خواہ چھپی ہوئی ہوں اور (حرام کیا ہے اس نے) گناہ کو اور ناحق زیادتی کو اور یہ (بھی حرام ٹھہرایا ہے) کہ تم اللہ کے ساتھ شریک ٹھہراؤ (کسی ایسی چیز کو) جس کے لیے اس نے کوئی سند نہیں اتاری ہے اور یہ بھی کہ تم اللہ کی طرف منسوب کر وہ چیز جس کا تم علم نہیں رکھتے"۔

(3) فعل ممنوع کو "حلال نہیں" کہنا مثلاً[l]

"وَلَا يَحِلُّ لَهُنَّ اَنْ يَّكْتُمْنَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ فِيْٓ اَرْحَامِهِنَّ اِنْ كُنَّ يُؤْمِنَّ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ "[li]

"اور ان کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ اللہ نے ان کے ارحام میں جو کچھ پیدا کر دیا ہو وہ اسے چھپائیں اگر وہ فی الواقع اللہ اور یوم آخر پر ایمان رکھتی ہیں"۔

(4) صیغہ نہی یعنی فعل مضارع کا جس سے پہلے "لای نہی" ہو یا ایسے فعل امر کا جس سے ممانعت مقصود ہو، مثلاً "دع" یا "ذر" کا استعمال کرنا،[lii] مثلاً

" وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ "[liii]

"اور یتیم کے مال کے قریب مت پھٹکو، مگر بہترین طریقے سے"۔

**سیاق وسباق اور موقع و محل کے اعتبار سے صیغہ امر اور نہی میں قرآنی اسلوب**

قرآن مجید میں بیان کردہ احکامات اکثر طور پر صیغہ امر یا نہی کے ذریعہ بیان کیا گیا ہے۔ اور امر اور نہی کے صیغے سیاق وسباق کے لحاظ سے مختلف مقامات پر مختلف معانی کے لیے مستعمل ہوئے ہیں۔

**امر کا مقتضیٰ**

امر کا مقتضیٰ لزوم اور وجوب ہوتا ہے بشرطیکہ لزوم اور وجوب کے خلاف کوئی قرینہ اور مانع نہ ہو۔ بصورت دیگر سیاق وسباق کے اعتبار سے دیگر معانی کے لیے امر کا صیغہ مستعمل ہو گا۔

چناچہ مولانا محمد محی الدین اپنی کتاب "آسان اصول فقہ" میں لکھتے ہیں۔

"امر کسی حکم کولازم کرنے کے لیے ہوتا ہے،اس کا تقاضاوجوب ہے یعنی اس کی تعمیل لازم ہے۔اگر کوئی قرینہ یامانع موجود ہواوراس سے یہ معلوم ہو جائے کہ آمر کا مقصد یہاں ایجاب نہیں تو مقام اور سیاق وسباق کے لحاظ سے دوسرے معنی مراد ہوتے ہیں"[liv]

**نہی کا مقتضیٰ**

حقیقی معنی کے اعتبار سے نہی کا مقتضیٰ حرمت اور کراہت ہے اوران کے علاوہ دیگر معانی میں نہی کا استعمال مجازی طور پر ہوتا ہے۔

اس بارے "اجمل الحواشی" میں مولانا جمیل احمد صاحب کی عبارت ملاحظہ ہو۔

"اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ نہی کا صیغہ تحریم اور کراہت کے علاوہ میں مجازاً استعمال ہوتا ہے۔اور تحریم اور کراہت میں حقیقۃً استعمال ہوتا ہے"۔[lv]

1۔ تحریم: یعنی کسی فعل کو حرام قرار دینے کے لیے جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے

"وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓى"[lvi]

"اور زنا کے پاس بھی نہ پھٹکو"۔

2۔ کراہت: یعنی کسی کام کو ناپسندیدہ قرار دینے کے لیے جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے

"وَذَرُوا الْبَيْعَ "[lvii]

"اور خرید وفروخت چھوڑ دو"

یعنی اذانِ جمعہ کے بعد خرید وفروخت مت کرواوراذانِ جمعہ کے بعد خرید وفروخت کرنا مکروہ ہے۔

3۔ بیانِ عاقبت: یعنی انجام کو بیان کرنے کے لیے جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

"وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ"[lviii]

"اور آپ ہر گز نہ سمجھیں اللہ کو غافل اس سے جو یہ ظالم کر رہے ہیں"۔

**خلاصہ کلام:**

اس کائنات میں آنے والے ہر فرد کے لیے جس طرح اللہ تعالی نے وقت کے تقاضوں کے مطابق اس کی دیگر ضروریات کو مدّ نظر رکھتے ہوئے ،ان ضروریات کے مطابق سازو سامان سے نوازا اسی طرح اس کی روحانی ضروریات کو مدّ نظر رکھا گیا۔اوراس کی روحانیت کی حفاظت کی خاطر اللہ تعالیٰ مختلف احکام نازل فرمائے۔

تمام قرآنی علوم میں سے سب سے اعلیٰ علم،احکام کے متعلّق علم ہے۔کیونکہ اسی علم کی بدولت انسان اللہ کے احکام کو پہچانتا اوران پر عمل کرتا ہے۔ قرآنی احکام اور مصالح وحِکَم کا آپس میں بڑا گہرا اور مضبوط تعلّق ہے۔اور اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ سارے احکام اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ ہیں۔اور اللہ تعالیٰ کا کوئی فعل حکمت اور مصلحت سے خالی نہیں ہو سکتا۔ جس طرح اللہ ربّ العزّت کی پیدا کردہ جڑی بوٹیوں میں متعدّد امراض کاعلاج اور ان گنت فوائد مضمر ہوتے ہیں۔ایسے ہی اس کے نازل کردہ احکام میں بھی نوعِ انسانی کے لیے غیر محصوراور غیر معدود مصالح مخفی ہوتی ہیں۔ عصرِ حاضر میں ہر جدّت پسند فرد کا قلبی رجحان اور میلان محض ہر چیز کی دلیل کی جستجو میں نہیں ہو تا بلکہ دلیل کے ساتھ ساتھ وہ حکمت اور مصلحت کی رغبت بھی رکھتا ہے۔اگر اسے کسی چیز کی دلیل میں کوئی حکمت اور مصلحت نظر آئے تو اسے قبول کرنے میں ذرا بھی تردُّد سے کام نہیں لیتا اور اگر اس کے نزدیک کسی چیز میں حکمت اور مصلحت معدوم ہے تو

اگرچہ اس کے سامنے دلائل کے انبار بھی لگا دیے جائیں تو پھر بھی وہ قبول کرنے پر آمادہ نہیں ہوتا۔ خلاصہ یہ نکلا کہ دورِ حاضر میں مخاطب کے پیشِ نظر دو چیزیں ہوتی ہیں۔ ایک دلیل اور دوسری حکمت۔

**مصادر مراجع:**


☆القرآن الكريم

☆آلوسي، شهاب الدين، محمود بن عبد الله۔ روح المعاني في تفسير القرآن العظيم والسبع المثاني۔ دار الكتب العلمية

☆ابن تیمیه، فخر الدین محمد بن ابو القاسم، منهاج السنة، دار المعرفه، 2017

☆الشثري، ناصر بن عبد العزيز۔ التفريق بين الأصول والفروع۔ دار المسلم للنشر والتوزيع

☆ابنِ منظور، محمد بن مکرم۔ لسان العرب۔ لبنان: دار الکتب العلمیہ، 2005ء۔

☆اصفہانی، راغب ابو القاسم حسین بن محمد، امام۔ المفردات فی غریب القرآن۔ قاہرہ: مکتبہ ومطبعہ مصطفی، 1961ء

☆الجوہری، اسماعیل بن حماد۔ الصحاح۔ دار العلم۔ بیروت، طبع ثانی

☆الزبیدی، محمد بن محمد بن عبد الرزّاق، تاج العروس من جواہر القاموس، بیروت

☆جرجانی، علی بن محمد بن علی۔ التعریفات۔ دار الکتاب العربی، بیروت

☆سیوطي، أبو الفضل، جلال الدين، عبد الرحمن۔ الإتقان في علوم القرآن۔ دار الكتب العلمية، بيروت،

☆سکروڈھوی، جمیل احمد۔ اجمل الحواشی علی اصول الشاشی، دار الاشاعت، کراچی

☆شاه، ولي الله، الدهلوي، محمد بن عبد الرحيم حجۃ اللہ البالغة، کوئٹہ دار الکتب المعروفیہ

☆شاه، ولي الله، الدهلوي، محمد بن عبد الرحيم۔ الفوز الکبیر۔ قدیمی کتب خانہ

☆ندوی، عبد السلام۔ تاریخ فقہ اسلامی۔ دار المصنفین اعظم گڑھ

☆کیرانوی، وحید الزمان۔ القاموس الوحید۔ ادارہ اسلامیات، لاہور، طبع اولی 2001ء.


**حوالہ جات:**

---

[i] ابن تیمیہ، فخر الدین محمد بن ابو القاسم، منہاج السنۃ ج1، ص:144

[ii] شاه، ولي الله، الدهلوي، محمد بن عبد الرحيم حجۃ اللہ البالغۃ، ص:6

[iii] کیرانوی، وحید الزمان۔ القاموس الوحید۔ ادارہ اسلامیات، لاہور، طبع اولی 2001ء، ص:306

[iv] ابن منظور، محمد بن مکرم۔ لسان العرب۔ نشر ادب الحوزۃ 1425ھ، ج:14، ص:61

[v] ابو المظفر جوہری ایک ماہر لغت تھے جنہوں نے عربی زبان اور ادب میں نمایاں کام کیا۔ ان کی مشہور تصنیفات میں سے ایک 'الصحاح' ہے جو عربی زبان کے لغت کے معانی اور اصولوں پر مشتمل ہے۔ اس کتاب میں انہوں نے بہت سے محققین کے علمی افکار کو جمع کیا اور کئی نادر لغوی جواہر کا انکشاف کیا جو اب بھی عربی زبان کے طلبا و ماہرین کے لیے اہم ماخذ بنی ہوئی ہے۔

[vi] الجوہری، اسماعیل بن حماد۔ الصحاح۔ دار العلم۔ بیروت، طبع ثانی، الجز السادس، ص:2275

[vii] ابن منظور، لسان العرب، باب الحاء، ج:1، ص:121

[viii] زبیدی، محمد بن محمد بن عبد الرزاق، تاج العروس، ج:31، ص:510

[ix] اصفہانی، راغب۔ المفردات، ص:127

[x] پالن پوری، حفظ الرحمن۔ الفیض الحجازی، ص:11

[xi] ایضاً

[xii] کیرانوی، قاموس الوحید، ص:120

[xiii] جرجانی، علی بن محمد بن علی۔ التعریفات۔ دار الکتاب العربی، بیروت، طبع اولی، باب الالف، ص:58، رقم:258

[xiv] جوہری، الصحاح، جزء سادس، ص:2275

[xv] جرجانی، التعریفات، باب الحاء، ص:123، رقم:601

[xvi] شاہ، حجۃ اللہ البالغہ، ص:198

[xvii] الشثري، ناصر بن عبد العزیز۔ التفریق بین الأصول والفروع۔ دار المسلم للنشر والتوزیع، ج:1، ص:196

[xviii] العبید، علي بن سلیمان۔ تفسیر آیات الاحکام ومناهجها۔ دار التدمریۃ ریاض، 2010م، ج:1، ص:25

[xix] الانعام 125:6

[xx] سیوطي، أبو الفضل، جلال الدین، عبد الرحمن۔ الإتقان في علوم القرآن۔ دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ج:2، ص:278

[xxi] آلوسي، شهاب الدین، محمود بن عبد اللہ۔ روح المعاني في تفسیر القرآن العظیم والسبع المثاني۔ دار الکتب العلمیۃ، 1415ھ، ج:1، ص:38

[xxii] شاہ، ولي اللہ، الدهلوي، محمد بن عبد الرحیم۔ الفوز الکبیر۔ قدیمی، ص:11

[xxiii] امام ابو البرکات عبد اللہ بن احمد جو حافظ الدین نسفی کے نام سے مشہور تھے نے لکھی، التوفی 710ھ، یہ نسف میں پیدا ہوئے جو جیحون اور سمرقند کے درمیان ایک بہت بڑا شہر ہے۔

[xxiv] نور الانوار، ص200

[xxv] ندوی، عبد السلام۔ تاریخ فقہ اسلامی۔ دار المصنفین اعظم گڑھ۔ ص:13

[xxvi] ندوی، تاریخ فقہ اسلامی، ص:13

[xxvii] ایضاً، ص:15،14

[xxviii] ندوی، تاریخ فقہ اسلامی، ص:15

[xxix] ایضاً

[xxx] ندوی، تاریخ فقہ اسلامی، ص:16

[xxxi] یونس 57:11

[xxxii] البقرۃ 185:2

[xxxiii] النّساء 28:4

[xxxiv] ندوی، تاریخ فقہ اسلامی، ص:31

[xxxv] ایضاً

[xxxvi] النحل90:16

[xxxvii] ندوی، تاریخ فقہ اسلامی، ص:31

[xxxviii] البقرۃ183:2

[xxxix] ندوی، تاریخ فقہ اسلامی، ص:32

[xl] آل عمران97:3

[xli] ندوی، تاریخ فقہ اسلامی، ص:32

[xlii] البقرۃ228:2

[xliii] ندوی، تاریخ فقہ اسلامی، ص:33

[xliv] البقرۃ238:2

[xlv] الحج29:22

[xlvi] ندوی، تاریخ فقہ اسلامی، ص:34

[xlvii] النحل90:16

[xlviii] ندوی، تاریخ فقہ اسلامی، ص:35

[xlix] الاعراف33:7

[l] ندوی، تاریخ فقہ اسلامی، ص:35

[li] البقرۃ228:2

[lii] ندوی، تاریخ فقہ اسلامی، ص:36

[liii] الانعام152:6

[liv] محی الدین، محمد۔ آسان اصول فقہ، ص:15

[lv] سکروڈھوی، جمیل احمد۔ اجمل الحواشی علی اصول الشاشی، ص:217

[lvi] الاسراء3217

[lvii] الجمعۃ9:62

[lviii] ابراھیم42:14